مکالمہ اور خاندان کے فکری امن کے قیام میں اس کا کردار

*ڈاکٹر شاہدہ پروین

پیشِ لفظ:

خاندان معاشرے کا سب سے اہم ادارہ، یہ افراد کی تیاری کا مرکز اور مستقبل اسی کی بہترین کارکردگی پر منحصر ہے۔ اعلیٰ اقوام کو یہی ادارہ پروان چڑھا سکتا ہے اس کے بغیر بہترین افراد کی تیاری کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا۔ اگر یہ مرکز اپنے کام میں ذرا سستی دکھائے تو اس کا اثر پورے معاشرے پر پڑتا ہے اور اس قوم کا آج ہی نہیں آنے والا کل بھی داؤ پر لگ جاتا ہے۔ اگر گھر کا ماحول آسودہ اور مطمئن نہ ہو تو افراد بھی مطمئن اور آسودہ نہیں ہو پاتے۔ خاندان کی اہمیت کے پیشِ نظر اسلام وہ تمام اقدامات کرتا ہے جو اس کے فکری امن کے ضامن بن سکیں۔ وہ خاندانی رشتوں کو اپنی نشانی قرار دیتا ہے اور ایسی تعلیمات دیتا ہے جو افراد کے درمیان بہترین اور مضبوط تعلقات کو استوار کریں اور اگر کبھی افراد کے درمیان الجھاؤ پیدا ہو جائے تو وہ اس کے تدارک کی بروقت اور فوری تدبیر کرتا ہے تاکہ خاندان مین امن وسکون پروان چڑھے، افراد کے درمیان ہم آہنگی، یگانگت اور تعاون کی فضا استوار ہو سکے۔ مکالمہ دو یا دو سے زیادہ افراد کے درمیان ہونے والی گفتگو کو کہتے ہیں۔ یہ علمی اعتبار سے اہمیت رکھنے کے ساتھ ساتھ مکالمہ میں شریک افراد کی ذہنی الجھنوں کو دور کرتا ہے مختلف غلط فہمیوں کا ازالہ کرتا ہے۔ چونکہ مکالمہ میں شریک افراد اپنی ذہنی گرہ کو بھی کھول کر بیان کر سکتے ہیں اور فریقِ مخالف کا موقف بھی پوری طرح سمجھ سکتے ہیں اس لیے امن کے قیام میں مکالمہ بھرپور کردار ادا کرسکتا ہے۔ اسلام حسنِ معاشرت کی دیگر تدابیر کے ساتھ اس بات پر بھی زور دیتا ہے کہ خاندان کے افراد آپس میں جڑ کر رہیں اور اگر ان میں کوئی غلط فہمی پیدا ہو جائے تو ایک دوسرے کے ساتھ تبادلہ خیال کریں، اس طرح غلط فہمی دور ہو جائے گی کیونکہ غلط فہمی سے دلوں میں دوری پیدا ہوگی اور اگر دل دور ہو جائیں گے تو اندرونی فضا میں گرمجوشی کا خاتمہ ہو جائے گا، غلط فہمیاں جھگڑوں کو جنم دیتی ہیں اور جھگڑے اور اختلافات تو امن کے دشمن ہوتے ہیں۔ افرادِ خانہ ایک دوسرے کے موقف کو سمجھیں، اور اپنا نقطہ نظر سمجھائیں تو بہت سے جھگڑے اور ناراضگیاں دور ہوسکتی ہیں لیکن اگر یہ فضا خاندان میں موجود نہ ہو تو خاندان کا ماحول بری طرح سے متاثر ہوسکتا ہے۔ ازواجِ مطہرات نبی ﷺ سے بعض اوقات سوال وجواب کیا کرتی تھیں اور آپ ﷺ اس پر اظہارِ ناپسندیدگی نہ فرماتے

---

*اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور۔

تھے اس طرح اندونی فضا میں پیدا ہونے والے تناؤ کو امن میں بدلا جا سکتا ہے۔ایک بار نبی ﷺ اور حضرتِ عائشہؓ کے درمیان کچھ تلخ کلامی ہوگئی۔ یہاں تک کہ حضرتِ ابوبکرؓ کو ثالث بنالیا گیا تو آپ ﷺ نے حضرتِ عائشہؓ سے فرمایا عائشہ! پہلے تم اپنا بیان دوگی یا پہلے میں بات کا آغاز کروں؟ تو سیدہ عائشہؓ نے فرمایا پہلے آپ ﷺ بات کریں لیکن سچ سچ کہنا،، یہ سن کر ابوبکرؓ کو غصہ آگیا اور انہوں نے حضرتِ عائشہ کو تھپڑ رسید کر کے منہ سے خون نکال دیا۔اور فرمایا اپنی جان کی دشمن کیا نبی ﷺ جھوٹ بول سکتے ہیں۔حضرتِ عائشہ نبی ﷺ کی پناہ لیتے ہوئے ان کے پیچھے چھپ گئیں تو آپ ﷺ نے فرمایا ابوبکرؓ ہم نے آپ کو فیصلہ کے لیے بلایا تھا نہ کہ مار پیٹ کے لیے۔آپ ﷺ کا طریقہ کار کتنا بہترین ہے اس کے ذریعے گھر کو جنت کا نمونہ بنایا جا سکتا ہے۔ اس پیپر میں جائزہ لیا جائے گا کہ فکری امن خاندان کے لیے کتنا ضروری ہے اور تعلیماتِ نبوی ﷺ اس سلسہ میں کیا رہنمائی کرتی ہیں۔اس بات کا بھی جائزہ لیا جائے کہ عصرِ حاضر میں گھریلو فضا میں یہ اعتماد موجود ہے یا نہیں اور اس کے فقدان کے خاندانی تعلقات پر کیا اثرات ہیں۔

لغوی تحقیق:

اس کا مادہ (ک.ل.م) ہے جس کے لغوی معنی باب نصر اور ضرب سے ''زخمی کرنا' کے ہیں۔

لفظِ مکالمہ بابِ مفاعلہ سے ہے اس کے معنی گفتگو کرنا کے ہیں (۱)

عربی زبان میں اس کے لیے حوار اور محادثہ کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں

الصحاح میں حوار کے معنی ''ای ماردجواباً''یعنی کسی بات کا جواب دینا کے بیان کیے گئے ہیں۔الصحاح ۱۵۴/۱

A dialogue generally refers to a conversation between two or more individuals. It may also refer to an exchange of opinions or ideas on a particular issue especially a political or religious issue, with the intention of reaching an amicable settlement or agreement(2).

For some, dialogue is a focused and intentional conversation, a space of civility and equality in which those who differ may listen and speak together. For others it is a way of being—mindful and creative relating. In dialogue, we seek to set aside fears, preconceptions, the need to win; we take time to hear other voices and possibilities. Dialogue can encompass tensions and paradoxes, and in so doing, new ideas—collective wisdom—may arise. Diana Chapman Walsh describes it this way:

In Dialogue, a group of people can explore the individual and

collective presuppositions, ideas, beliefs, and feelings that subtly control their interactions. It provides an opportunity to participate in a process that displays communication successes and failures. It can reveal the often puzzling patterns of incoherence that lead the group to avoid certain issues or, on the other hand, to insist, against all reason, on standing and defending opinions about particular issues.

Dialogue is a way of observing, collectively, how hidden values and intentions can control our behavior, and how unnoticed cultural differences can clash without our realizing what is occurring. It can therefore be seen as an arena in which collective learning takes place and out of which a sense of increased harmony, fellowship and creativity can arise.(۳)

اصطلاحی تعریف:

دو یا دو سے زیادہ افراد کے درمیان اس بات چیت کو مکالمہ کہتے ہیں جس کا کوئی خاص موضوع ہو اور جس کا مقصد اپنی بات اور موقف سمجھانا اور دوسرے کی بات سمجھنا ہو۔ یہ عمومی طور پر ایک فریق کی طرف سے سوال اور دوسرے کی جانب سے جواب پر مشتمل ہوتا ہے۔

مکالمات کے مختلف انداز

مکالمہ کے کئی انداز ہیں مثلاً

۱۔ایک فرد بہت سے افراد سے مکالمہ کرتا ہے۔

۲۔بعض اوقات بہت سے افراد ایک فرد سے مکالمہ کرتے ہیں۔

۳۔کبھی کبھار ایک فرد اپنے آپ سے مکالمہ کرتا ہے۔جس کو خود کلامی (Monologue) کہتے ہیں۔

۴۔مکالمات کا تعلق مابعد الطبیعات سے بھی ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ سے یا فرشتوں سے بات چیت۔

۵۔ایک طرف خطاب اور دوسری طرف خاموش اطاعت یا خاموش ہٹ دھرمی بھی مکالمے ہی کی شکل ہے۔

مکالمہ کے فوائد۔

مکالمہ سے ہمیں کثیر النوع فوائد حاصل ہو سکتے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

۱۔مکالمہ غلط فہمیوں کا ازالہ کر کے ایک دوسرے کے بارے میں اچھے جذبات کی ترویج کرتا ہے۔

۲۔منفی نظریات کا خاتمہ کرتا ہے۔
۳۔نقطہ نظر کے محور میں تبدیلی لا کر سازگار فضا پیدا کرتا ہے۔
۴۔مکالمہ میں شریک افراد میں ایک دوسرے کے لیے ہمدردانہ اور نرم جذبات کی تخلیق کا باعث بنتا ہے۔
۵۔جذباتی مسائل کے بارے میں تبادلہ خیالات کے لیے خوشگوار ماحول کی آبیاری کرتا ہے۔
۶۔کسی بھی مسئلہ کے بارے میں مختلف النوع خیالات میں وسعت کا باعث بنتا ہے۔
۷۔مکالمہ علم میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔
۸۔کسی بھی معاملہ کے لیے نئی جہات اور امکانات کی افزودگی کا باعث بنتا ہے۔(۴)

عالمی ادب کی تاریخ میں مکالمہ

عالمی ادب میں مکالمات پر کیے جانے والے کام کا جائزہ لیتے ہوئے پروفیسر فیض اللہ منصور لکھتے ہیں۔

''عالمی ادب میں عظیم مکالمات کی فہرست کوئی لمبی چوڑی نہیں۔جدید تحقیق کے مطابق اس کی ابتدا سسلی کے ''سوانگ ادب'' سے ہوئی۔یہ سوانگ ادب نثر مسجع میں لکھے گیے تھے۔یہ ناپید ہیں۔ان کے بعد افلاطون جو سوانگ ادب سے واقف تھا، نے مکالمات کو اپنی فکر کا ذریعہ بنایا۔وہ اپنی مشہورِ زمانہ اکادمی میں اپنے طلبہ کو مکالمات کے ذریعے اپنے فلسفیانہ افکار کی تعلیم دیتا تھا۔افلاطون نے مکالمات کو ایک نیا اور منفرد اسلوب دیا۔افلاطون کے بعد دو فرانسیسیوں برنارڈ ڈی فانٹی تیلی اور فیلی نون نے ''روحوں کے مکالمات'' کے نام سے اپنے افکار کو پیش کیا۔تاریخ ادب میں جان ڈی ویلڈی، ٹرکوایٹا ٹیوٹا انو برونو اور گلیلیو وغیرہ کے مکالمات کا بھی ذکر ملتا ہے۔(۵)

اولین مکالمہ

اپنے مافی الضمیر کو دوسرں تک پہنچانے کے بیشمار اسالیب ہیں۔اظہارِ بیان اور تحریر اس کے اہم ذرائع ہیں تاہم اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بات کو سمجھانے اور باور کرانے کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے۔اس کی اثر انگیزی کی بنا پر جب اللہ رب العزت نے اپنی مخلوق سے کلام کیا تو اسی ذریعہ اظہار کو اپنایا۔اس کو اولینِ سلوبِ بیان ہونے کا شرف حاصل ہے۔اس مکالمہ کے ذریعے اللہ رب العزت نے اپنی وحدانیت کا اعتراف واقرار کروایا۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

واذ ا اخذ ربک من بنی اٰدم من ظھورھم ذریتھم و اشھدھم علیٰ انفسھم ألست بربک قالو ا بلیٰ شھدنااان تقولوا یوم القیمٰۃ انا کنا عن ھذا غافلین﴿

اور اے نبی لوگوں کو یاد دلاؤ جبکہ تمہارے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا اور انہیں خود ان کے اوپر گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا ''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟'' انہوں نے کہا ''ضرور آپ ہی ہمارے رب ہیں''۔ ہم اس پر گواہی دیتے ہیں۔ ہم نے اس لیے کیا کہ کہیں تم قیامت کے روز یہ نہ کہہ دو کہ ہم اس سے بے خبر تھے۔

قرآن مجید میں بے شمار مکالمات ہیں۔جس میں اللہ تعالیٰ کے فرشتوں سے، حضرتِ مریم کے فرشتے سے، اللہ تعالیٰ کے شیطان سے، غیرِ نبی یعنی حضرتِ لقمان کے اپنے بیٹے سے، زلیخا کے دیگر عورتوں سے ، حضرتِ یوسف کے اپنے بھائیوں سے اور کئی دیگر مکالمات مذکور ہیں۔اس کے علاوہ مکالمات کی بڑی تعداد انبیاء علیھم السلام کے مکالمات پر مشتمل ہے۔انبیاء کرام کے اللہ تعالیٰ سے مکالمات، انبیاء کرام کے دیگر انبیاء سے، اپنی اولاد سے، اور انبیاء کرام کے اپنی قوم سے مکالمات کا ذکر موجود ہے۔

اسلوبِ بیان میں مکالمہ کی اہمیت

مکالمہ گفتگو کا وہ جامع انداز ہے جو مخاطب کے دل میں موجود الجھنوں کی گرہ کشائی میں خاص اہمیت رکھتا ہے یہی وجہ کہ اللہ رب العزت نے اپنی مخلوق کے ساتھ عہدِ الست میں اختیار کیا تا کہ بات دل کی گہرائی تک نہ صرف اتر سکے بلکہ نفس میں پیدا ہونے والے اشکالات کا جواب بھی مل سکے۔انبیاء کرام نے بھی اپنے مخاطبین کے ساتھ گفتگو کا یہی اسلوب اختیار فرمایا۔اس اسلوب کا یہ فائدہ ہے کہ نہ صرف متکلم کی بات پورے طور پر سمجھ آجاتی ہے بلکہ جو اعتراضات مخاطب کے ذہن میں جنم لیتے ہیں یا لے سکتے ہیں، متکلم کی جانب سے اس کا شافی جواب مل جاتا ہے۔مخاطب کے اعتراضات کی مناسب اور مدلل تردید ہو جاتی ہے، اس سے مستقبل میں پیدا ہونے والے کئی اعتراضات کا بھی تدارک ہو جاتا ہے۔

مکالمہ کی کامیابی کے لیے شرائط

فریقین مخلص اور خیر خواہ ہوں۔

فریقین مکالمہ میں طے کردہ امور کی پاسداری کرنے والے ہوں۔

مکالمہ میں شریک افراد دوسرے کی رائے کا احترام کریں۔

جانبین ایک دوسرے کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوں۔

فکری امن سے مراد

اسلام دینِ امن وسلامتی ہے۔أمِنَ.اَمْناً وَ اَماناً وَ اَمَانَۃً وَ اَمَناً وَاِمْناً وَ اَمَنَۃً: مطمئن ہونا، بےخوف ہونا (۷)

امن سے مراد وہ کیفیت ہے جس میں انسان ہر طرح کے خوف سے مامون ہو۔اسے سکون اور قرار حاصل ہو، ذات میں خارجی یا باطنی کوئی بے اطمینانی موجود نہ ہو اسے امن کا نام دیا جائے گا۔یہ خوف کے برعکس کیفیت کا نام ہے۔مناوی لکھتے ہیں ''عدم توقع مکروہ فی الزمن الاتی، واصلہ طمانیۃ النفس و زوال الخوف" (۸) امن کی ضد خوف، فساد، بگاڑ، ظلم، فتنہ اور انتشار ہے۔اسلام کا تصورِامن ایک جامع، مربوط اور کلی نظریہ ہے جو کائنات کے ذرہ سے لے کر آفتاب تک ہر چیز کو ایک نظم کا پابند کرتا ہے۔اسلام صلح، خیر، امن اور عدل کا داعی ہے۔یہ عدل زندگی کے ہر شعبہ کے لیے لازم ہے اسلام کا پورا نظامِ حیات، قوانین وضوابط، احکام ونواہی اور رسوم سب اس تصور کے ساتھ منسلک ہیں۔کائنات کا وجود ہی امن پر منحصر ہے اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی پیدائش کے بالکل ابتدائی لمحے سے تصادم، رکاوٹ اور تعارض کے ہر سائے تک کو دور کر دیا۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

﴿الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَارْجِعْ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ . ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْکَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِیْرٌ﴾(۹)

وہ اللہ ہی ہے جس نے سات آسمانی طبق پیدا کیے تم رحمان کی مخلوق میں کوئی تعارض نہ پاؤ گے۔ذرا نگاہ کو موڑ کر دیکھو کیا تمہیں کوئی دراڑ دکھائی دیتی ہے پھر دوبارہ نگاہ دوڑاؤ نظر تھک ہار کر ناکام لوٹ آئے گی۔

اسلام عافیت، صلح جوئی خیر اور امن کا دین ہے جو دنیا سے شر کا خاتمہ اور امن وآشتی کا فروغ چاہتا ہے جس کا مقصد نزول ہی زندگی کی بے ترتیبی کو ترتیب سے بدلنا ہے اور فساد اور بگاڑ کی بجائے عافیت وسلامتی کو پروان چڑھانا ہے۔اس مقصد کے لیے دینِ اسلام، ہر شخص، چیز اور نظریہ کا ایک مقام متعین کرتا ہے اور اس جگہ سے انحراف کو فساد فی الارض قرار دیتا ہے فساد فی الارض امن کا دشمن ہے۔زندگی کی خوبصورتی عدل، عافیت اور امن میں مضمر ہے جبکہ بدامنی ظلم فساد اور عدمِ توازن کا نام ہے۔کسی بھی شعبہ حیات میں جب کوئی چیز اپنی

جگہ سے ہٹادی جائے اور غیر مناسب جگہ پر رکھ دی جائے تو سارا نظام بگڑ جاتا ہے۔توازن اور ترتیب کے بگڑنے سے سارا نظام تہہ و بالا ہو جاتا ہے۔زندگی اپنی خوبصورتی کھو دیتی ہے بدامنی، فساد اور بگاڑ کے ہزار ہا رنگ سامنے آتے ہیں۔گویا زندگی میں حسن کا وجود امن کا محتاج ہے۔اسلام کا لفظ ہی سلامتی سے نکلا ہے اور اسلام کے معنی براءت، ترکِ جنگ، میانہ روی و اعتدال، امن و عافیت اور کامل و سالم ہونا کے ہیں"۔اسلام امن کی پکار ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا﴾ (۱۰)

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں اور عملِ صالح کرتے ہیں۔اللہ کا ان سے یہ وعدہ ہے وہ انہیں زمین میں اقتدار عطا فرمائے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو عطا فرمایا۔اور ان کے لیے ان کے دین کی جڑیں مضبوطی سے جمادے گا جسے اس نے ان کے لیے پسند فرمایا ہے اور ان کی موجودہ حالتِ خوف کو امن سے بدل دے گا۔

فکری امن سے مراد یہ ہے کہ افراد کی سوچ کے دھارے ہر بے اطمینانی سے محفوظ ہوں۔سوچ کے سامنے طے شدہ منزلیں موجود ہوں، نفس پریشانی کے بھنوروں سے محفوظ ہو۔کوئی فساد یا بگاڑ نفس کو نہ گھیرے ذہن بکھرا ہوا اور الجھا ہوا نہ ہو، خیالات منتشر نہ ہوں بلکہ یکسوئی اور سکون حاصل ہو۔

خاندان میں فکری امن سے مراد

خاندان میں فکری امن سے مراد ایسی کیفیت کا نام ہے جس میں افرادِ خاندان کو ذہنی اطمینان اور یکسوئی حاصل ہو اور ان کی سوچوں میں عداوت بغض اور دشمنی نہ ہو۔وہ ایک دوسرے کی رائے اور موقف کو نہ صرف سمجھتے ہوں بلکہ اس کا احترام بھی کرتے ہوں اور اختلافِ رائے کی صورت میں تحمل اور برداشت سے ایک دوسرے کی رائے کو قبول کرتے ہوں۔ایک فریق دوسرے پر اتنا اعتماد رکھتا ہو کہ وہ کھل کر اپنی رائے کا اظہار کر سکے اور دوسرا فریق توجہ سے اس کی بات کو سنے اور سمجھے۔اگر کبھی ایسی صورت پیش آجائے کہ کسی شخص کو اپنی رائے سے دستبردار ہونا پڑے تو خاندان کے وسیع تر مفاد میں فریقین ایسا کرنے کا حوصلہ اور ہمت رکھتے ہوں۔اگر ایسے مراحل پریشانی پیدا کیے بغیر آسانی سے طے ہو جائیں اور افرادِ خانہ باہمی احترام کے ساتھ، افہام و تفہیم سے ان گنجلک مسائل کو سلجھالیں تو اس حالت کو خاندان کے فکری امن سے تعبیر کیا جائے گا۔

خاندان کے لیے فکری امن کی اہمیت

اس ویران کائنات میں رونق پیدا کرنے اور اسے آباد کرنے کے لیے پیدا کیا جانے والا پہلا رشتہ میاں بیوی کا تھا

﴿ وَ قُلْنَا یٰۤاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُکَ الْجَنَّۃَ وَ کُلَا مِنْھَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا وَ لَا تَقْرَبَا ھٰذِہِ الشَّجَرَۃَ فَتَکُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴾ (۱۱)

''اے آدم تو اور تیری بیوی جنت میں سکونت اختیار کرلو اور جہاں سے چاہو بافراغت کھاؤ اور اس درخت کے قریب مت جانا ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔''

انہی خاندانی تعلق اور رشتوں کو خالق کائنات نے اپنی نشانی اور نعمت قرار دیا ہے فرمایا

وَھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَہٗ نَسَبًا وَّصِھْرًا وَ کَانَ رَبُّکَ قَدِیْرًا ﴾(۱۲)

اللہ وہ ذات جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا اور اس کو نسبی اور سسرالی رشتہ داری والا بنایا۔

﴿وَ مِنْ اٰیٰتِہٖۤ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْۤا اِلَیْھَا وَ جَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّ رَحْمَۃً اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ﴾(۱۳)

اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ اس نے تمہارے لیے خود تم ہی میں سے جوڑے پیدا کیے ہیں تاکہ ان کے پاس سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے درمیان رحمت اور محبت پیدا کی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّ جَعَلَ مِنْھَا زَوْجَھَا لِیَسْکُنَ اِلَیْھَا﴾ (۱۴)

اللہ وہ ذات ہے جس نے تمہیں نفسِ واحدہ سے پیدا کیا اور اس سے جوڑے بنائے تاکہ وہ باہم سکون حاصل کریں۔

خاندان اللہ کی نعمتوں اور خاص نشانیوں میں سے ہے۔اس نعمت کا فائدہ حقیقی معنوں میں تبھی حاصل ہوسکتا ہے جب افراد معاشرہ ایک دوسرے سے حقیقی طور پر جڑے ہوئے ہوں۔سوچوں میں ربط موجود ہو یعنی فکری امن ہی حقیقی سکون کا باعث بن سکتا ہے۔

نومسلمہ محترمہ فاطمہ ہیرین عائلی زندگی کی معاشرتی افادیت کے بارے میں بصیرت افروز تذکرہ کرتے ہوئے لکھتی ہیں

''زمین پر انسان کی خلافت کو شعوری طور پر قبول کرنے کا مطلب یہ ہے کہ خلافت کی ذمہ

داریوں کو کامیابی کے ساتھ پورا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ بہترین ممکن وسائل تلاش کیے جائیں۔خاندانی زندگی اس شعبے میں بھی ہماری سرگرمیوں کے قابل اعتماد بنیادیں فراہم کرتی ہے۔اچھی اور صحت مند خاندانی زندگی ہمیں صحیح نقطہ نظر عطا کرتی ہے اور معاملات کو صحیح تناظر میں دیکھنے کی صلاحیت فراہم کرتی ہے۔خاندانی زنگی کے ذریعے ہمیں انتہائی مفید تعلیم حاصل ہوتی ہے جو نہ صرف پیشہ ورانہ فرائض کی بجا آوری میں ہماری مدد کرتی ہے بلکہ خود زندگی کے مسائل نپٹانے میں بھی ہماری راہنمائی کرتی ہے۔جب ہم جوان ہوجاتے ہیں تو اس کے ذریعے سے ہیں محفوظ اور پرسکون گھر کی نعمت حاصل ہوتی ہے جس کی وجہ دے ہم معاشرتی زندگی میں بھرپور حصہ لیتے ہیں اور ان سرگرمیوں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں۔جب ہم بوڑھے ہوجاتے ہیں تو خاندانی زندگی ہمیں اسی طرح روزی مہیا کرتی ہے جیسے ہم اسے مہیا کرتے رہے جب ہم اس قابل تھے کہ کسی کو روزی مہیا کرسکیں۔''(۱۵)

افراد کا متوازن کردار گھر کی چاردیواری میں تشکیل پاتا لیکن اس صورت میں جب یہ باغیچہ نئی نسلوں کے لیے واقعی باغ و بہار بن سکے۔گھر کا سکون افراد کے باہم پیار سے حاصل ہوتا ہے۔اور پیار کے حصول کے لیے گھر کی چاردیواری میں امن ہونا بہت ضروری ہے۔

Dr.Kuzma considers the mutual relations of spouces just like bank acconut ,he said

''Look at marriage as a series of relational "banking" transactions. You make certain deposits into your spouse's account and certain withdrawals. If you're making too many withdrawals because of your criticism or anger, or because you're not spending enough time together, you'll soon find your love account will have little or nothing left. And if you're making too many deposits into someone else's life who is not your spouse, or they are making deposits into yours, that person's account will grow in your heart, and you'll begin to fall in love with the other person. That's how affairs start. So the goal is to keep your spouse's love account full to overflowing. Be very careful about withdrawals.''(۱۶)

خاندان کا فکری امن اور صالح معاشرے کی تکمیل

اسلام جس صالح معاشرے کی تکمیل چاہتا ہے وہ باہمی کدورتوں اور نفرتوں کی صورت میں پنپ ہی نہیں سکتا اس لیے وہ افرادِ خاندان کے درمیان کشیدگی کے امکانات کا بھی قلع قمع کرتا ہے،ایسی فضا پیدا کرتا

ہے جس سے خاندان کے افراد جڑ کر رہیں اور اگر رنجیدگی کا باعث بننے والے امور پیش آجائیں تو بھی ان کے تدارک کے لیے احسن طریقہ اختیار کرتا ہے جس سے صلح جوئی اور امن و آشتی پیدا ہو۔ اس لیے وہ حکم دیتا ہے کہ اختلاف پیدا نہ ہونے دیا جائے اور باہمی مشاورت سے امور طے پائیں اور اس مرحلہ کو مکالمہ کے ذریعے طے کیا جائے تاکہ معاملہ میں شریک دونوں افراد اس کے حل کے لیے مل جل کر لائحہ عمل تجویز کریں اس طرح اختلاف کے نہ صرف پروان چڑھنے کو روکا جاسکے گا بلکہ پیدا ہونے کے امکانات بھی حتی الوسع کم ہو جائیں گے۔ اسلام بچے کے دودھ چھڑوانے کے معاملے کو باہم ایک دوسرے کے ساتھ مشاورت سے کرنے کا حکم دیتا ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے

﴿وَ الْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَ عَلَی الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ کِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ لَا تُکَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَ لَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ وَ عَلَی الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِکَ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَ تَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا وَ اِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْۤا اَوْلَادَکُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّاۤ اٰتَیْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ﴾(۷)

اور مائیں اپنی اولاد کو دو سال دودھ پلائیں جو دودھ پلانے کی مدت کو پورا کرنا چاہیں اور باپ کے ذمہ ہے دودھ پلانے والیوں کے کھانے اور کپڑے کا بندوبست کرنا دستور کے مطابق ،کسی کو اس کی وسعت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دی جاتی۔ نہ بچے کی بنا پر ماں کو تکلیف دی جائے اور نہ ہی بچے کی بنا پر باپ کو کسی مشقت میں ڈالا جائے۔ اور باپ کے زندہ نہ ہونے کی صورت میں اس کے وارث پر بھی ایسا ہی لازم ہے۔ پھر اگر وہ باہمی رضامندی سے دو سال کی مدت کی تکمیل سے پہلے ہی دودھ چھڑانا چاہیں تو اس میں بھی تم پر گناہ نہیں جبکہ تم طے شدہ معاوضہ جس کا دینا دستور کے مطابق طے ہو، ادا کر دو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو اللہ تمہارے تمام اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَکَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَکَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ یُّرِیْدَاۤ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا(۸)

اگر تمہیں میاں بیوی کے درمیان اختلاف کا ڈر ہو تو ایک ثالث مرد کے گھر والوں کی

طرف سے اور ایک ثالث عورت کے گھر والوں کی جانب سے مقرر کردو۔ اگر یہ دونوں اصلاح کے خواہشمند ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان موافقت پیدا فرمادے گا بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتے اور خبر رکھنے والے ہیں۔

''علمِ سیاسیات کے ماہرین کے مطابق کسی بھی مسئلے کے حل کا سب سے مناسب اور سرفہرست طریقہ متاثرہ فریقوں کا دو بدو بیٹھ کر مذاکرات کرنے کا عمل ہے، جسے براہ راست مذاکرات کا عمل کہا جاتا ہے۔ یہ ایک فطری اور جلد نتائج دینے والا طریقہ کار ہے، کیونکہ مسئلے کی شدت اور مضمرات سے فریقین سے زیادہ کوئی آگاہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ ایسے طریقہ کار سے انجام دیے جانے والے مذاکرات کے نتائج زیادہ دیرپا اور قابلِ قبول ہوتے ہیں۔'' (۱۹)

فائزحسن سیال باہمی مکالمہ ومشورہ کو خاندانی امن میں بہت اہم عامل کے طور پر تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں ان تمام لوگوں سے آپ کے فیصلے سے متاثر ہوں، مشورہ کرنا، اعتماد اور بھروسے کو قائم کرنا ہے۔ درحقیقت مشورہ کرنا مؤمن کی بہترین صفت ہے۔ چاہے معاملہ کتنا ہی چھوٹا یا بڑا ہو ایک دوسرے سے مشورہ کیے بغیر فیصلہ مت کریں۔ ہمیشہ دوسرے سے پوچھیں کہ تمہارا کیا خیال ہے؟ تمہیں یہ پسند ہے؟ ہر بار جب بھی آپ اپنے شریکِ حیات کو اپنے فیصلے میں شامل کریں گے آپ کا باہمی رشتہ مضبوط ہوگا۔'' (۲۰)

لنڈا اور رچرڈ آئر، تحقیقی میدان کے وہ شہسوار ہیں جنہوں نے خوشی اور مسرت کے حامل گھرانے پیدا کرنے کے لیے سالہا سال کام کیا ہے انہوں نے اعداد وشمار کی روشنی سے ثابت کیا ہے کہ بچوں کی بہترین کارکردگی اور نتائج کا دارومدار گھر کے امن وسکون اور محبت بھری فضا پر منحصر ہے۔ وہ لکھتے ہیں

''ہمارے پاس اس وقت گذشتہ تیس چالیس برس کے اعداد وشمار موجود ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو بچے دو والدین کے گھر رہ رہے ہوتے ہیں، انہیں منشیات کی لت لاحق ہونے کا خطرہ کم ہوتا ہے، یہ بچیاں کم سنی میں حاملہ نہیں ہوتیں، اور یہ بچے سکول سے نہیں بھاگتے، خودکشی کی طرف کم توجہ دیتے ہیں اور ان کو دیگر مسائل بھی کم پیش آتے ہیں، انہیں اچھے طالبِ علم بننے کا بہتر موقع مل جاتا ہے اور انہیں معاشرے میں ہم آہنگ ہونے کے علاوہ خوش رہنے کے مواقع بھی میسر آجاتے ہیں۔ ایک بچے کے لیے والدین کی محبت کا یہ انداز سب سے بڑا اور اہم ہے کہ وہ خاندان کے اتحاد کے لیے کام کریں۔ اور یہ پرانی کہاوت بالکل درست ہے کہ بچے کے لیے والد/والدہ کی طرف سے سب سے بہتر عمل یہ ہوسکتا ہے کہ وہ بچے کے والد/والدہ سے محبت کرے۔ گھرانے میں اچھے تعلقات، اچھے روابط قائم کرنے لے لیے اس سے بہتر اور کوئی کام نہیں ہے کہ ایک

مشترکہ مقصد، امید یا منصوبے کے متعلق باہم اکٹھے مل کر کام کیا جائے۔ ہماری امیدیں ہمارے بچوں سے وابستہ ہیں۔ان کی خشی ہمارا سب سے زیادہ اہم مقصد ہونا چاہیے۔۔اوران کیی خوشی کے اس اہم مقصد کا حصول ایک نہایت ہی اہم منصوبے کی حیثیت رکھتا ہے۔اس دنیا میں جہاں ہر شخص کا دہرا معیار ہے، بے شمار مفاد ہیں اور لامحدود انتخابات ہیں، اس اس صورت میں شادی شدہ جوڑے ایک دوسرے کے درمیان مشترکہ مقاصد یا مشترکہ احساس کم سے کم پاتے ہیں۔اگر وہ خود ایک دوسرے میں کوئی مشترکہ مقصد پیدا نہیں کر سکتے تو پھر وہ بچوں میں یہ چیز کیسے پیدا کر سکتے ہیں۔اگر یہ والدین آپس میں تعلقات بہتر بنا کر، ایک دوسرے کے مابین بہتر ربط پیدا کر کے، اپنے بچوں کی اچھی نشو ونما اور پرورش کے متعلق تبادلہ خیال کر سکتے ہیں، بچوں کے مسائل اور ان کی بتدریج ترقی کو زیرِ بحث لا سکتے ہیں تو اس طرح ایک تو بطور والدین اپنے آپ کو بہتر ثابت کر سکیں گے اور دوسرے اپنی شادی کو مضبوط بنا سکیں گے اور اس میں کسی قسم کی تلخی اور رخنہ پیدا ہونے کا امکان کم ہو جائے گا۔

حالانکہ ہم بھی ایک مسرت بھری زندگی سے دور تھے لیکن ہم کسی نہ کسی طرح خوش قسمت رہے کہ ہم نے فیصلہ کر لیا کہ چلو کچھ اور نہ سہی، بچوں کی خاطر ہی جدوجہد کر لی جائے اور ان کی دیکھ بھال اور حفاظت کے ضمن میں آپس میں اتفاق کر لیا جائے اور اپنے تمام جھگڑے اور تلخیاں ختم کر لی جائیں۔لہٰذا ہم نے بچوں کی خاطر آپس کے تمام جھگڑے اور اختلافات ختم کر لیے۔سالہا سال گزر چکے ہیں، یہ بچے ہی ہماری شادی کی مضبوطی کا باعث ہیں۔بچوں کی دیکھ بھال اور حفاظت کے مشترکہ مقصد پر کاربند ہو کر ہم نے اپنی محبت کو مزید مضبوط بنا لیا ہے۔"(۲۱)

روبینہ نقاش لکھتی ہیں

"بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کوئی خاندان گھر میں بغیر کسی نزاع کے زندگی گزار سکے۔بے شک صلح بہترین طریقہ ہے اور حق کی طرف لوٹنا خوبی کی بات ہے لیکن جو چیز گھر کی شیرازہ بندی کو منتشر کرتی ہے اور اندرونی امن وسلامتی کو ٹھیس پہنچاتی ہے وہ بچوں کے سامنے والدین کی لڑائی اور کشمکش ہے۔اس سے بچے دو یا زیادہ کیمپوں میں بٹ جاتے ہیں اور گھر کا شیرازہ منتشر ہو جاتا ہے۔مزید یہ کہ لڑکوں بالخصوص چھوٹے بچوں پر نفسیاتی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔"(۲۲)

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

زمین پر مہکتے گلابوں کی روشیں ہوں

زمین پر پھولوں کی میٹھی خوشبوئیں ہوں
زندگی خوشی ومسرت کا پیکر بن جائے
جب گھر میں محبت کی بہاریں ہوں

خاندان میں فکری امن۔عصری صورتحال

عائلی زندگی ،اجتماعی زندگی کا بنیادی پتھر ہے۔اجتماعی زندگی اس وقت ترقی کرتی ہے جب زوجین کا سماجی رشتہ ٹھیک ہو،خاندان امن وسکون اور باہمی پیار ومحبت پر استوار ہو خاندانی زندگی کا یہ خوبصورت قصر جو بنی نوع انسان کے کے لیے سائبان کا کام دیتا تھا،بدقسمتی سے اس میں دراڑیں پڑتی جارہی ہیں ۔اگر یہ کہا جائے کہ عصرِ حاضر میں خاندان کا امن بھنور اور بگولوں کی زد میں ہے تو کچھ بے جا نہ ہوگا۔ صرف مغرب ہی مادر پدر آزادی اور عائلی نظام کی تباہی سے دوچار نہیں ہوا بلکہ مشرق بھی اس کے مضر اثرات سے محفوظ نہ رہ سکا۔گزشتہ چند صدیوں میں استعماری پنجہ نے عالمِ اسلام کی اکثریت کو جکڑ لیا اور اپنے نظریات اور افکار سے امتِ مسلمہ کی سماجی ومعاشرتی زندگی کو متاثر کیا۔پچھلی صدی میں اکثر اسلامی ممالک نے آزادی حاصل کر لی لیکن یہ حقیقی آزادی نہ تھی ۔ برطانیہ، جرمنی،فرانس اور اس کے بعد امریکہ وروس نے عالمِ اسلام کا نقشہ بدل کے رکھ دیا۔سستی ،مداہنت اور دین سے دوری کی بنا پر مسلمان حقیقی اسلامی تعلیمات سے دور ہوتے چلے گئے اور مغربی استعمار کی نئی صورت گلوبل میڈیا کی صورت میں اپنے دائرہ کار کو وسیع کرتی چلی گئی۔فواحش و منکرات کے بڑھتے ہوئے سیلاب نے ڈش، کیبل اور انٹرنیٹ کی صورت میں مسلم عائلی قصر کی بنیادوں کو بھی ہلانا شروع کر دیا۔مشرق بھی مغربی افکار اور انداز واطوار سے متاثر ہوا اور عائلی اور خاندانی حالات ابتری کا رخ اختیار کرنے لگے۔مسلم معاشروں میں عائلی نظام تیزی سے خستگی سے دوچار ہو رہے ہیں ۔محبت ورحمت اور مؤدت کی کمی، جھگڑوں کی کثرت اور طلاق کا بڑھتا ہوا تناسب اس بات کی نشاندہی کرتا ہے۔گزشتہ چند سالوں میں سعودی عرب میں بھی طلاق کی شرح 20٪ تک پہنچ چکی ہے۔پاکستان میں بھی منظر نامہ فرق نہیں فیملی کورٹس پر کیے گئے ایک سروے کے مطابق ہر چوتھا جوڑا شادی کے کچھ عرصہ ہی علیحدگی اختیار کر لیتا ہے۔

ایڈووکیٹ ہائی کورٹ، واحد حسین قادری نے بتایا کہ پہلے فیملی کورٹس میں گنتی کے لوگ اپنے مسائل لے کر آتے تھے مگر جب سے حکومت نے روشن خیالی جیسے نقطے کو اٹھایا ہے اور حقوق نسواں کا بل پاس کیا ہے اس کے بعد سے یہ تعداد سینکڑوں تک جا پہنچی ہے جو کہ معاشرہ کے لیے ایک لمحہ فکریہ ہے۔شازیہ رشید ایڈووکیٹ نے بتایا کہ طلاق کی شرح پہلے ۳۰ سے ۴۰ فیصد تھی اب یہ شرح ۵۰ سے ۶۰ فیصد ہو چکی ہے۔ستمبر ۲۰۰۷ میں فیملی

عدالتوں میں صرف ایک مہینے میں ۱۲۱۳ دعوے دائر کیے گئے۔ جن میں سے ۷۹۵ تنسیخ نکاح کے تھے۔ عدالتوں نے گزشتہ ماہ طلاق کے ۶۱۴ فیصلے سنائے۔ (۲۳)

شادی ایک ایسا بندھن ہے جو مرد اور عورت ایک پاکیزہ رشتے کے بندھن میں باندھ کر مطمئن اور آسودہ فضا کو جنم دیتا ہے۔ اس رشتے کو برقرار رکھنے کے لیے میاں بیوی کے درمیان ذہنی ہم آہنگی بہت ضروری ہے۔ دراصل شادی ایک درسگاہ ہے جہاں دو افراد ایک دوسرے کا ساتھی بن کر جینا سیکھتے ہیں اور جب بچے ہو جاتے ہیں تو ان کے لیے قربانی کرنا سیکھتے ہیں اگر میں بیوی کے درمیان چھوٹے موٹے اختلافات بڑھ کر انا کا مسئلہ بن جائیں تو شادی کا رشتہ کمزور پڑ جاتا ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ حسنِ سلوک کا فقدان ہو جائے تو چھوٹی چھوٹی باتیں اس مضبوط قصر میں دراریں ڈال دیتی ہیں۔ معمولی اختلافات بڑھتے بڑھتے میدانِ جنگ کا روپ دھار لیتے ہیں۔ اگر یہ گھریلو بدامنی برقرار رہے تو اس اس خوبصورت رشتے کا وجود خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ رضی الدین سید لکھتے ہیں

> ''ہمارے ملک میں طلاق کی شرح بہت بڑھ گئی ہے۔ بڑے ارمانوں اور تلاش کے بعد کی جانے والی شادیاں آج کل چھ سے بارہ مہینے کے اندر علیحدگی پر انجام پذیر ہونے لگی ہیں''۔ (۲۴)

> آج اگر آپ مفتیانِ کرام سے پوچھیں تو ان کے پاس آنے والے مسائل کا تقریباً ۸۰ فیصد حصہ اسی شعبہ زندگی سے متعلقہ ہوتا ہے۔ (۲۵)

فائز حسن سیال لکھتے ہیں

> ''۱۹۹۸ء میں ہم نے ایک تحقیق کی جس سے پتا چلا کہ ۹۰٪ لوگ (خاوند اور بیویاں) اپنی شادی سے ناخوش ہیں اور ان میں اکثریت مصیبت زدہ اور مایوس ہے۔ یہ نوے فیصد لوگ جو اپنی شادی سے مطمئن نہیں تھے اگر ان کے پاس انتخاب کی آزادی یعنی اگر ان کے مسائل کا کوئی سماجی طور پر قابلِ عمل حل ہوتا تو وہ ایک دوسرے کو چھوڑنے پر تیار تھے۔'' (۲۶)

محمود مہدی الاستانبولی لکھتے ہیں

''سماج کے وہ علماء جو خاندانی امور کے متعلق بحث کرتے رہتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ میاں بیوی کے درمیان اختلافات ہو جانے متوقع چیز ہے۔ ڈاکٹر ٹیرمان جو آکسفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر ہیں، نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر ایک چارٹ بنایا ہے جس میں تقریباً ساٹھ ساٹھ جھگڑوں کا تذکرہ ہے اور ان میں

ہر جھگڑے کی ذمہ داری مرد عورت پر لگاتا ہے اور عورت مرد پر لگاتی ہے۔لیکن یہ کوئی پریشانی اور خوف کی بات نہیں بلکہ ہمیں اس ازدواجی زندگی پر غور کرنا ہوگا جس میں بھی اختلاف رونما نہ ہوا ہو۔جب ہم اس قسم کی زندگی میں غور کریں گے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ میاں بیوی دونوں امین اور سچے ہوں گے، رہے ازدواجی اختلافات تو یہ ایک فطری معاملہ ہے اور یہ لازماً ہوکر رہتا ہے۔ازدواجی رشتہ دو مختلف افراد کے درمیاں قائم ہوتا ہے اس لیے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میاں بیوی کے درمیان اختلافات کی خلیج وسیع تر ہوتی جاتی ہے۔مزاج اور طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں اور بعض اوقات عادات اور شخصی میلان بھی ایک دوسرے کے ساتھ موافقت نہیں رکھتے اس وقت تو اختلافات اور زیادہ گہرے اور وسیع ہوجاتے ہیں جب میاں بیوی کا تعلق دو مختلف خاندانوں سے ہو اور ان کا ماحول جداگانہ ہو۔

اور یہ ایک حقیقت ہے کہ بڑے بڑے جھگڑے معمولی باتوں سے شروع ہوتے ہیں اور بہت جلد ہی میں بیوی میں سے کسی ایک کے اعصاب تن جاتے ہیں اور تھوڑی دیر میں بات کچھ اور ہو جاتی ہے اور ان میں سے ہر ایک کا غصہ انتہا کو پہنچ جاتا ہے۔عموماً میاں بیوی میں سے ایک جلدی متاثر ہو جاتا ہے اور دوسرے پر حملہ آور ہوجاتا ہے کیونکہ ہر ایک یہ جانتا ہے کہ دونوں کی صحبت میں کافی امن ہوتا ہے۔جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے کام لیتے رہتے ہیں اور جب وہ صبر سے کام لیں گے، اعصابی تناؤ کا شکار نہیں ہوں گے اور رنج وغم سے صاف رہیں گے تو پھر ان کا آپس کا تعلق امن کی دیوار ثابت ہوگا۔اس لیے میاں بیوی کو وقت نکالنا چاہیے جس میں حالات پر غور وفکر کریں اور مل کر اپنی مشکلات اور اپنے جھگڑے ختم کرنے کے لیے تدبیر کریں۔''(۲۷)

مکالمہ آپس میں پیدا ہونے ولی غلط فہمی اور اس کے نتیجے میں پہنچنے والے نقصان کا ازالہ کرنے میں معاون ثابت ہوسکتا ہے۔مبشر حسین لکھتے ہیں

بدگمانی کا ایک سبب یہ کہ بیوی اپنے شوہر کی کسی بات کو دیکھے یا شوہر اپنی بیوی کی کسی بات کو دیکھے اور اس پر وہ مزید تحقیق کیے بغیر ایک رائے قائم کرلے۔تجربہ بتاتا کہ اس قسم کا مشاہدہ ہمیشہ جزئی ہوتا ہے، کوئی بھی مشاہدہ مکمل مشاہدہ نہیں ہوتا۔ایسے حالات میں صرف ایک مشاہدہ پر رائے قائم کرلینا اکثر سخت غلط فہمی کا سبب بن جاتا ہے۔اس مسئلہ کا حل یہ ہے کہ جب بھی آپ کسی کے بارے میں کوئی مشاہدہ کریں اور اس کا کوئی برا پہلو آپ کے ذہن میں آرہا ہو تو اس کی بنیاد پر کبھی یک طرفہ طور پر رائے قائم نہیں کرنا چاہیے۔اس طرح کے معاملہ میں ضروری ہے کہ مجاہدہ کرنے والا اپنے ساتھی سے اس کی مزید تفصیل دریافت کرے اور ساتھی کو چاہیے کہ وہ برا مانے بغیر اس کو پوری بات بتائے۔ایسا طریقہ اختیار کرنے سے ابتداء ہی

میں فساد کی جڑ کٹ جائے گی اور مشاہدہ کسی سنگین نتیجہ تک نہیں پہنچے گا۔(۲۸)

خاندان میں فکری بدامنی کے اسباب

اسلام نے خاندانی زندگی کو امن سے بہرہ ور کرنے کے لیے افراد کے ایک دوسرے پر حقوق عائد کیے ۔ایک فرد کے فرائض خود بخود دوسرے شخص کے حقوق بن جاتے ہیں اگر جانبین توجہ سے اپنے فرائض ادا کرتے رہیں تو حقوق کے حصول کے لیے نعرہ بازی اور تو تو میں میں کیے بغیر ہر فرد مطمئن ہو جائے گا۔اگر کہیں ان فرائض کی ادائیگی میں کہیں کوتاہی ہو رہی ہو تو عفو و درگزر کی تاکید کی تاکہ گھر کی اندرونی فضا کو کھینچا تانی کے ماحول سے بچایا جا سکے۔اگر ہم چاہیں تو ان تمام تفصیلی تعلیمات کو جو خاندان میں امن وسکون اور شادمانی کا باعث بنتی ہیں چند نمایاں حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں

۱۔مرد کو عورت کے ساتھ نرمی، حسنِ سلوک اور حسن معاشرت کا پابند کیا گیا۔

۲۔۔بیوی کو مرد کی اطاعت کا پابند کیا گیا۔

۳۔۔ہر فرد کو مسئول قرار دیا گیا۔

۴۔۔عورت کو گھریلو قلعے کی نگہبان بنایا گیا۔

۵۔خاندان کی معاشی کفالت کی ذمہ داری مرد کے کندھوں پر ڈالی گئی۔

اگر ہم بنظرِ غائر جائزہ لیں تو اندازہ ہو جاتا ہے کہ فریقین کی جانب سے ان ذمہ داریوں سے غفلت برتی جا رہی ہے اور یہ بات خاندان کے فکری امن کو برباد کر رہی ہے۔اس حالت کو ہم مختصراً دو امور میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ مرد کے تصور قوامیت کا ناجائز استعمال ارشادِ باری تعالیٰ ہے

﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِم ﴾(۲۹)

’’مرد محافظ و نگران ہیں اس وجہ سے اللہ نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی ہے اور وہ ان پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔‘‘

قوام کے معنی کسی شے کے محافظ، منتظم اور مدبر کے ہیں اور یہاں مراد یہ ہے کہ عورتوں کے امور کا انتظام کرنے والے، ان پر احکام نافذ کرنے والے ہیں۔اہلِ لغت سے یہی تصریح منقول ہی۔لسان العرب میں منقول ہے ’’الرجال متکلفون بامور النساء‘‘(۳۰)

مولانا مودودیؒ قوامیت کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں

''قوام یا قیم اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی فرد یا ادارے یا نظام کے معاملات کو درست حالت میں چلانے ،اوراس کی حفاظت ونگہبانی کرنے اوراس کی ضروریات مہیا کرنے کا ذمہ دار ہو۔۔۔اس طرح عائلی نظام میں جس کو خانہ داری کہا جاتا ہے اس میں بھی ایک امیر اور سربراہ کہ ضرورت ہے۔عورتوں اور بچوں کے مقابلے میں اس کام کے لیے حق تعالیٰ نے مردوں کو منتا کب فرمایا۔''(۳۱)

پیر کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں

''کسی چیز کی ضروریات کومہیا کرنے والے،اس کی نگہبانی اور حفاظت کرنے والے ،اس کی اصلاح ودرستگی کے ذمہ دار کوعربی میں قوام کہا جاتا ہے جیسے ہرفوج کا ایک کمانڈر اور ہر مملکت کا ایک فرمانروا ہونا ضروری ہے جو نظام قائم رکھے اور فوج اور رعایا اس کے حکم کی تعمیل کرے اس طرح گھر کی ریاست کا بھی حاکمِ اعلیٰ ہونا چاہیے جو گھر کی تمام ضروریات کا کفیل اور اس کی خوشحالی کا ذمہ دار ہو اور اس کے احکام کی اطاعت کی جائے ورنہن گھر کی اہم مگر مختصر ریاست کا سکون واطمینان برباد ہوکر رہ جائے گا۔''(۳۲)

عصرِ حاضر میں قوامیت کے اصل تصور میں بگاڑ پیدا ہو چکا ہے۔اس کے مفہوم میں حکم دینا اور اطاعت کی توقع رکھنا تو موجود ہے لیکن حسنِ سلوک اور نگہبانی اور خیر خواہی کا تصور کمزور پڑ چکا ہے جس بنا پر عائلی فکری بدامنی کا شکار ہو چکا ہے۔خاندان کے افراد اکٹھے تو رہ رہے ہیں لیکن دل کٹے ہوئے اور پھٹے ہوئے ہیں بدگمانیاں دھوئیں کی طرح گھریلو فضا کو اپنی لپیٹ میں لے چکی ہیں۔حسنِ معاشرت کی جگہ سوءِ معاشرت ڈیرے ڈالے ہوئے ہے۔محمد قطب لکھتے ہیں

''مرد کوعورت کے تحفظ اور ذمہ داری کا کام سنبھالتے ہوئے فضیلت عطا فرمائی۔اس کا مطلب بہر حال یہ نہیں کہ گھر میں عورت مرد کی غلام ہے اور وہ اس کا جابر آقا بن کر رہے گا کیونکہ گھر کی سرداری چند ایسے فرائض اور ذمہ داریوں کا نام ہے جنہیں صرف اس صورت میں پورا کیا جاسکتا ہے جب کہ خاوند اور بیوی کے درمیان محبت اور تعاون کی فضا قائم ہو۔

گھریلو زندگی کی کامیابی کے لیے باہمی افہام وتفہیم اور مستقل ہمدردی ناگزیر ضروریات ہیں اسلام باہمی کشمکش اور مسابقت کے بجائے مرد اور عورت کے درمیان محبت،افہام وتفہیم اور مستقل ہمدردی کو عائلی ندگی کی اساس بناتا ہے۔''(۳۳)

ڈاکٹر اسرار احمد اسی مرض کی نباضی کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''یہ بات ماننی پڑتی ہے کہ آج ہمارے معاشرے میں بیویوں کے ساتھ حسنِ سلوک کا پلڑا ہلکا ہو گیا ہے شوہر اپنی قوامیت کے مظاہرے کے لیے ہر وقت آمادہ نظر آتے ہیں لیکن حسنِ سلوک کے معاملے میں تہی دست ہیں۔ یہ معاملہ صحیح نہیں ہے اور اصلاح طلب ہے اور یہ اصلاح خاندان کے ادارے کو مضبوط اور خوشگوار بنانے کا باعث بنے گی۔''(۳۴)

عورت کی اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی۔

گھر کے قلعے کی محافظ و نگران عورت ہی ہے اسی لیے وہ اپنی ان ذمہ داریوں کے لیے مسئول بھی ہے ۔اسلام نے اندرونِ خانہ کام کی ذمہ داری عورت پر ڈالی ہے عورت کو ان ذمہ داریوں کا شعور ہونا چاہیے۔ان کاموں کی ادئیگی کی ضروری تربیت حاصل کرنا بھی اس پر لازم ہے۔بعض اوقات خواتین کا ان بنیادی ذمہ داریوں سے منہ موڑ نا عائلی جھگڑوں اور مسائل کا سبب بن جاتا ہے۔لڑکیوں کی اس انداز سے تربیت ضروری ہے کہ وہ گھریلو امور کو بہتر طریقے پر انجام دے سکیں اور افرادِ خانہ کے ساتھ مضبوط روابط قائم کر سکیں۔

رضی الدین سید لکھتے ہیں۔

''آج کل شادی کے افسوس ناک انجام کی صورتِ حال یہ ہو گئی ہے کہ رشتے طے کرانے والی معروف خواتین اور خلع و طلاق کی خاتون وکلاء تک شکوہ کرنے لگی ہیں کہ گھر کے بگاڑ میں بڑا کردار ہماری لڑکیوں کا ہی ہے۔اس پر مستزاد لڑکی کے والدین اور بہن بھائی ہیں جو اپنی بیٹی یا بہن کو شوہر سے نہ دبنے، ساس اور نند کو جواب دینے اور شوہر سے مطالبے کرنے پر اکساتے ہیں۔ وہ بار بار اسے اعتماد دلاتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں تا آنکہ گھر ٹوٹ جاتا ہے۔اور لڑکی والدین کے گھر آ کے بیٹھ جاتی ہے۔''(۳۵)

مزید برآں عورت کی ملازمت بھی اس پر بے جا بوجھ کا باعث بن جاتی ہے۔اس کی کمائی تو گھر کی فلاح میں استعمال ہوتی ہے لیکن ذمہ داریوں کا بوجھ محض اس کے کندھوں پر آجاتا ہے۔یہ اضافی کام اس کی فطری ذمہ داریوں کی ادائیگی میں کسی حد تک رکاوٹ بن جاتے ہیں۔اس سے فائدہ تو اٹھایا جاتا لیکن ذمہ داریوں کو نبھانے اکثر تعاون نہیں کیا جاتا۔ذمہ داریوں یہ بوجھ خاندانی امن پر اثر انداز ہوتا ہے۔ڈاکٹر صالح بن فوزان لکھتے ہیں۔

''عورت کی ملازمت کی پاداش میں خاندانی نظام درہم برہم ہو کر رہ گیا ہے۔میاں بیوی

کے درمیان حسنِ مفاہمت کے بجائے سوءِ تفاہم کی خلیج حائل ہوگئی ہے جو بیشتر حالات میں آپس کی جدائی یا ناپسندیدہ اور پریشان کن زندگی گزارنے کا باعث بنتی ہے۔" تحفہ نسواں، ۱۷۴

کئی مراکشی ججوں نے عورت کی اعلیٰ تعلیم اور تنخواہ کو جوڑے کے درمیان ہونے والے جھگڑے کے ذمہ دار عوامل میں سے ایک تسلیم کیا ہے۔ رباط محمد پنجم یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کرنے والی زینب معادی نے کاسا بلانکا کی ایک فیملی کورٹ کے تین ہزار مقدمات کا تجزیہ کرتے ہوئے نتیجہ اخذ کیا کہ عورتوں کا گھر سے نکل کر کام کرنا اور اضافی آمدن حاصل کرنا ہی اصل وجہ نزاع تھی۔(۳۶)

خاندان میں بحالی امن اور اسلامی طریقہ کار

اسلام اس بات کی تاکید کرتا ہے کہ باہمی امور مشاورت سے طے کیے جائیں تاکہ اختلافات کو ہوا نہ مل سکے اور ایک دوسرے کی رضامندی کو پیشِ نظر رکھا جائے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَ الْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَ عَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ وَ عَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَ تَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا وَ اِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾(۳۷)

اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں جو مدتِ رضاعت کو پورا کرنا چاہیں اور باپ ماں کا کھانا اور لباس دستور کے مطابق باپ کے ذمہ ہے، کسی نفس کو اس کی وسعت سے بڑھ کر تکلیف نہ دی جائے، نہ ماں کو اس کے بچے کے سبب ستایا جائے اور نہ باپ کو بچے کی وجہ سے تنگ کیا جائے۔ اور (اگر باپ نہ ہو) تو وارثوں پر یہ خرچہ ادا کرنا لازم ہے۔ پھر اگر وہ رضامندی سے مدتِ رضاعت کی تکمیل سے قبل دودھ چھڑانا چاہیں تو باہمی مشورے سے ایسا کریں تو ان پر کوئی گناہ نہیں۔ اگر تم اپنی اولاد کو دودھ پلوانا چاہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم معروف کے مطابق ان کو ادائیگی کردو۔ اور اللہ سے ڈرو جان لو بے شک اللہ ان سب افعال کو دیکھ رہا ہے جو تم کر رہے ہو۔

اسلام ایسے معاملات کو جن میں اختلافِ رائے کسی باہمی ناچاقی اور ناراضگی کا باعث بن سکتا ہے باہم رضامندی اور مشاورت سے کرنے کی تاکید کرتا ہے۔اس سے قیاس کیا جا سکتا کہ اسلام کی نظر میں خاندانی امور کو باہم مل جل کر حل کرنا کتنا پسندیدہ ہے اور جب متعلقہ افراد حل میں شریک ہوں تو یقیناً وہ زیادہ پایدار ہوگا۔اسلام خاندان میں امن برقرار رکھنے کے لیے ضروری اقدامات کرتا ہے اور اس اختلاف کو دور کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا۔وہ افراد کو تاکید کرتا ہے کہ اگر وہ اختلاف کے فرو کرنے میں خود ناکام ہو جائیں تو مکالمہ میں خاندان کے افراد کو شریک کریں تاکہ بحالی امن کی کوششیں پائیدار اور بارآور ہو سکیں۔

﴿وَ اِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَ الصُّلْحُ خَيْرٌ وَ اُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ وَ اِنْ تُحْسِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا﴾(۳۸)

''اگر بیوی کو یہ اندیشہ ہو کہ وہ بے اعتنائی کا شکار پڑی رہے گی تا آنکہ اس کے ساتھ یہ درشت رویہ طلاق پر منتج ہو جائے گا۔جو کہ خدا کے نزدیک ابغض المباحات ہے یا اسے یہ خطرہ ہو کہ شوہر اسے لٹکائے رکھے گا۔تو اس عورت اور اس کے شوہر کو کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ آپس میں کوئی معاملہ کریں اور بیوی اپنے کچھ مالی واجبات ترک کر دے ، کہ نفقہ یا اس کے کچھ حصہ سے دستبردار ہو جائے، یا اگر شوہر کی دوسری بیوی ہو تو اس کو اپنے اوپر اپنے حصہ میں یا اپنی شب میں حصہ دیدے اور اس طرح شوہر سے صلح کر لے تو یہ طلاق سے بہتر ہے۔اور اس سے خوب تر ہے کہ دونوں بے اعتناعی اور درشتی کی زندگی بسر کرتے رہیں۔''(۳۹)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں

''گھریلو زندگی ہمیشہ جھگڑے پیدا ہوتے ہیں ۔ایسے مواقع پر ہمیشہ دو طریقے ہوتے ہیں ایک قرآن کے الفاظ میں شح کا طریقہ ہے اور دوسرا صلح کا طریقہ ہے۔دونوں طریقوں کی نفسیات ایک دوسرے سے بالکل فرق ہے۔ایک طریقہ کا رخ اپنی ذات کی طرف ہوتا ہے اور دوسرے طریقے کا رخ دونوں کی طرف۔جس عورت یا مرد کے حرص کی سوچ غالب ہو وہ معاملہ کو صرف اپنی نسبت سے دیکھے گا۔

اپنے جذبات کی رعایت، اپنے مفاد کا تحفظ، اپنے وقار کی بحالی، اپنی ضد کو پورا کرنے پر اصرار بس انہی دائروں میں اس کا ذہن چلے گا۔دوسرا طریقہ صلح کا ہے یعنی دونوں فریقوں کی رعایت کرتے ہوئے تصفیہ کی کوشش کرنا یا کچھ لے کر اور کچھ دے کر معاملہ کو ختم کرنا۔اس طریقہ میں سنجیدگی ہے۔اس میں انصاف

ہے۔ پہلا طریقہ اگر خود پسندی کا ہے تو دوسرا انسانیت دوستی کا ہے۔ یہ ایک نفسیاتی حقیقت ہے کہ جب آپ یک طرفہ طور صرف اپنی خواہشات کو جانیں اور صرف اپنے حق پر اصرار کریں تو یہی مزاج فریقِ ثانی کے اندر بھی پیدا ہوگا۔ ایک ضد کے بعد جوابی ضد پیدا ہو کر معاملہ کو مزید پیچیدہ بنا دے گی لیکن اگر آپ دو طرفہ انداز میں سوچیں۔ آپ دوسرے سے کہیں کہ میں صلح اور امن چاہتا ہوں۔ آؤ ہم دونوں ضد کو چھوڑ دیں اور مفاہمت کے اصول پر چلتے ہوئے ادھر یا ادھر معاملہ کو ختم کر دیں۔ جب آپ اس قسم کا مصالحانہ رویہ ظاہر کریں گے تو فریقِ ثانی کا ضمیر جاگ اٹھے گا۔ وہ بھی اپنی ضد چھوڑ دے گا اور کم سے کم پر راضی ہوتے ہوئے آپ صلح کرلے گا ،جبکہ اس سے پہلے وہ زیادہ سے زیادہ کے لیے اصرار کر رہا تھا۔ حرص انسانی روح کو گندا کرتی ہے اور صلح کا طریقہ انسان کو غیر حقیقی جھگڑوں سے اوپر اٹھا کر اس کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ اعلیٰ میں جی سکے۔ (۴۰)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا (۴۱) النساء ۴: ۳۵

''پھر اگر میاں بیوی کے درمیان تمہیں اگر ایسی صورت نظر آئے کہ وہ جھگڑے کو خود نہ سلجھا سکیں تو تم ایک حکم مرد کے خاندان سے اور ایک حکم عورت کے خاندان سے مقرر کر دو اگر دونوں کی نیت اصلاحِ حال کی ہوگی تو اللہ دونوں کے درمیان موافقت پیدا فرما دے گا۔ بے شک اللہ بڑا ہی علم رکھنے والا ہر طرح سے باخبر ہے۔''

ابو جعفر ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ مجاہد کہتے ہیں میں نے قیس بن سعد سے حکمین کے اختیار کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا

''فيعرفان عند ذلک من الظالم والناشز منهما ،فأتيا عله،فحكما عليه ،فان كانت المرأة قالا: أنتِ الظالمة العاصية، لا ينفقي عليک حتىٰ ترجعي الى الحق وتطيعي الله فيه.وان كان الرجل هو الظالم،قالا: أنت الظالم المضار لا تدخل لهابيتاً حتىٰ تنفق عليها و ترجع الى الحق والعدل.وان كانت هي الظالمةالعاصيةأخذ منها مالها ،وهو له حلال طيب ،وان كان هو الظالم المسئ اليها المضار لها طلقها ،ولم يحل له من مالها شئ ،فان امسكها أمسكها بما أمر الله وأنفق عليها و أحسن اليها.(۴۲)

علامہ زمخشری (ان یریدا اصلاحا) کی تفسیر میں رقمطراز ہیں

"للزوجين أى ان قصدا صلاح ذات البين وكانت نيتهما صحيحة و قلوبهما ناصحة لوجه الله ،بورك لهما فى وساطتهما ،وأوقع الله بطيب نفسهما وحسن سعيهما بين الزوجين الوفاق والالفة ،وألقىٰ فى نفوسهما المودة والرحمة.وقيل الضمير ان للحكمين ،أى ان قصدا اصلاح ذات البين والنصيحة للزوجين يوفق الله بينهما."(۴۳)

مولانا عبدالماجد دریابادی لکھتے ہیں

شقاق یعنی ایسی کشمکش جسے وہ باہم نہ سلجھا سکیں، امت کا افرادِ امت کے ساتھ چولی دامن کا ساتھ ہے۔افراد کے باہمی اور خانگی مناقشوں سے معاشرہ اسلامی کا دامن بالکل الگ اور بے تعلق رہ ہی نہیں سکتا کہ افراد ہی کی صالحیت پر تو امت کی صالحیت کا دارومدار ہے۔آیت میں اس بات کی تعلیم ہے کہ افراد کی خانگی نزاعوں کو امت اپنا ہی معاملہ سمجھے۔اسلامی معاشرہ میں میاں بیوی میں نزاع ہونے کی صورت میں یہ ہرگز نہ ہونا چاہیے کہ فوراً طلاقم طلاق ہو جائے یا نوبت کسی ایسی ہی شدید کاروائی کی فوراً آجائے بلکہ پہلے ہر کوشش مصالحت و مفاہمت کی ہو جانا چاہیے، رشتہ ازدواج ایک اہم ترین رشتہ ہے، اس پر بے پروائی سے ضرب نہیں لگائی جاسکتی۔(۴۴)

کسی مسئلہ کو سلجھانے کے لیے افہام وتفہیم کی ایک یہ صورت بھی ہے کہ متعلقہ افراد اس ضمن میں اپنا کردار ادا کریں۔علامہ ابنِ کثیر لکھتے ہیں

"پہلے اس حالت کا تذکرہ کیا گیا تھا جب سرکشی اور بدخوئی عورت کی طرف سے ہو اور اب اس دوسری حالت کا ذکر کیا جارہا ہے۔جب میاں بیوی دونوں میں کشیدگی ہو تو اس کے بارے میں یہ حکم نازل ہوا۔فقہاء فرماتے ہیں کہ جب میاں بیوی میں ان بن ہو جائے تو حاکم انہیں کسی قابلِ اعتماد شخص کے پاس رکھے جو ان کا جائزہ لیتا رہے اور ان میں سے جو ظالم ہو اسے ظلم سے باز رکھے۔اور اگر دونوں میں لڑائی جھگڑا اور کشیدگی طول اختیار کر لے تو حاکم ایک قابلِ اعتماد شخص عورت کے خاندان میں سے اور ایک مرد کے خاندان میں سے بھیجے تا کہ وہ دونوں اکٹھے ہو کر ان دونوں کے حالات کا جائزہ لیں اور ان کے مل جل کر رہنے یا الگ ہو جانے کے بارے میں وہ

فیصلہ کریں جو ان کی نگاہ میں مصلحت کے مطابق ہو لیکن شارع کی منشا یہی ہے کہ دونوں میں صلح کرادی جائے، اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "اِنْ یُّرِیْدَآ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰہُ بَیْنَھُمَا" اگر وہ دونوں صلح کرادینی چاہیں گے تو اللہ ان دونوں میں موافقت پیدا فرمادے گا"۔ (۴۵)

علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ وہ ایک نیک شخص مرد کے خاندان میں سے اور اسی طرح ایک شخص عورت کے خاندان میں سے مقرر کردیں۔ وہ دونوں جائزہ لیں ان میں سے برا کون ہے۔ اگر مرد برا ہو تو عورت کو اس سے روک لیں اور اسے نفقہ ادا کرنے پر مجبور کریں۔ اگر عورت بری ہو تو اسے شوہر کے پاس ہی رہنے دیں اور اسے نفقہ سے روک دیں۔ علیحدگی یا صلح میں سے جس بات پر بھی ان کی رائے متفق ہو تو دونوں طرح جائز ہے۔ اگر دونوں منصفوں کی رائے یہ ہو کہ انہیں مل جل کر رہنا چاہیے اور اس فیصلے پر میاں بیوی میں سے ایک راضی ہو جائے اور دوسرا راضی نہ ہو، اور اگر ان میں سے ایک فوت ہو جائے تو جو فیصلے پر راضی تھا وہ اس کا وارث ہوگا لیکن اس فیصلے کو ناپسند کرنے والا وارث نہیں ہوگا۔ اسے امام ابن ابوحاتم اور ابن جریر نے روایت کیا ہے۔ (۴۶)

ابوعمر ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ دونوں منصفوں میں جب اختلاف ہو تو پھر ان میں سے کسی کے قول کا اعتبار نہیں ہے اس بات پر بھی اجماع ہے کہ صلح کی صورت میں ان کا فیصلہ نافذ ہوگا خواہ میاں بیوی نے انہیں مقرر نہ بھی کیا ہو۔ اور اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ اگر انہوں نے جدائی کا فیصلہ کیا ہو تو کیا پھر بھی ان کا فیصلہ نافذ ہوگا یا نہیں؟ اس سلسلے میں انہوں نے جمہور کا قول یہی بیان کیا ہے کہ تفریق کی صورت میں ان کا فیصلہ نافذ ہوگا۔ (۴۷)

ڈاکٹر وھبہ زحیلی خاندان میں سے حکم مقرر کرنے کی مصلحت اور خاندانی امن کی پائیداری کے لیے زیادہ بہتر قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

" و اما كون الحكمين من أقارب الزوجين فهو على وجه الاستحباب ، و يجوز كونهما من الاجانب ؛ لأن مهمتهما و هى استطلاع حقيقية الحال بين الزوجين واجراء الصلح بينهما والشهادة على الظالم منها ،تتحقق با لأجنبى ، كما تتحقق بالقريب،لكن الأولىٰ كونهمامن أهل الزوجين ،حفاظاً على أسرار الحياة الزوجية ،ومنعاً من التشهير بالسمعة ،ولأن الأقارب أعرف بحال الزوجين من الأجانب ،واشد حرصاً على الاصلاح،وأبعد عن الميل الى أحد

الزوجين ،و أقرب الى اطمئنان النفس اليهم " (۴۸)

سید قطب رقمطراز ہیں

''اسلام نہ تو خاندان کو اس طرح چھوڑتا ہے کہ بیوی نافرمان ہو جائے اور اس سے آپس میں منافرت پیدا ہو جائے اور نہ اسلام فوری طور پر اس تعلق اور رشتہ کو ختم کرتا ہے کہ خاندان تباہ ہو جائے اور میاں بیوی کی غلطی کا خمیازہ چھوٹے اور کمزور بچے بھگتیں بلکہ اسلام چاہتا ہے کہ خاندان باقی رہے، ترقی کرے اور نشو نما حاصل کر کے معاشرے کو آگے بڑھاتا رہے چنانچہ اسلام نے ایک ہدایت یہ جاری فرمائی کہ اختلاف بین الزوجین کی صورت میں دو حکم متعین کر دیے جائیں۔ایک بیوی کے اہلِ خانہ کا ہو جسے وہ پسند کرے اور ایک شوہر کے اہلِ خانہ کا ہو جسے وہ چاہے۔اور یہ دونوں جذبات سے، نفسیاتی صورتِ حال سے سے قطع نظر کر کے، جس کی بنا پر زن و شوہر کے تعلقات خراب ہوئے ہیں، مسئلہ کو سلجھائیں اور ان کے باہمی اتفاق کی کوئی راہ نکالیں ۔۔ان کی فلاح اور بچوں کی شفقت کو مدِ نظر رکھیں ۔مطلقاً غیر جانبداری کے ساتھ خاندان کو تباہی اور بربادی سے بچائیں۔''(۴۹)

خاندانی امن کی بحالی میں مکالمہ کا کردار اور احادیث مبارکہ آپ ﷺ جہاں ساری دنیا کے لیے رحمۃ اللعالمین بن کر تشریف لائے وہاں گھر کی اندرونی فضا بھی رحمت کے ان بادلوں سے سیراب ہوتی تھی گھر میں سکون و اطمینان سے بھری فضا موجود تھی اور اگر کبھی انسانی جذبات کے پیش نظر رنجیدگی کا جو لمحہ پیش آتا تھا اس کے تدارک کی بھر پور سعی کی جاتی تھی۔

''ایک بار نبی ﷺ اور حضرت عائشہؓ کے درمیان کچھ تلخ کلامی ہو گئی۔یہاں تک کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ثالث بنالیا گیا تو آپ ﷺ نے عائشہؓ سے فرمایا عائشہ! پہلے تم اپنا بیان دو گی یا میں پہلے بات کا آغاز کروں؟ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا'' پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی بات کریں لیکن سچ سچ کہنا'' تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا اور انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو تھپڑ رسید کر کے منہ سے خون نکال دیا اور فرمایا: اے اپنی جان کی دشمن ! کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹ بول سکتے ہیں؟'' تو سیدہ عائشہ نبی صلیاللہ علیہ وسلم کی پناہ لیتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چھپ گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' ابو بکر رضی اللہ عنہ ہم نے آپ کو فیصلہ کرنے کے لیے بلایا تھا نہ کہ مار پیٹ کے لیے''(۵۰)۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ایک بار ناراض ہو گئیں تو فرمانے لگیں '' أنت

الذی تزعم انک نبی‘‘؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو سنکر تحمل اور مہربانی سے مسکرانے لگے۔(۵)

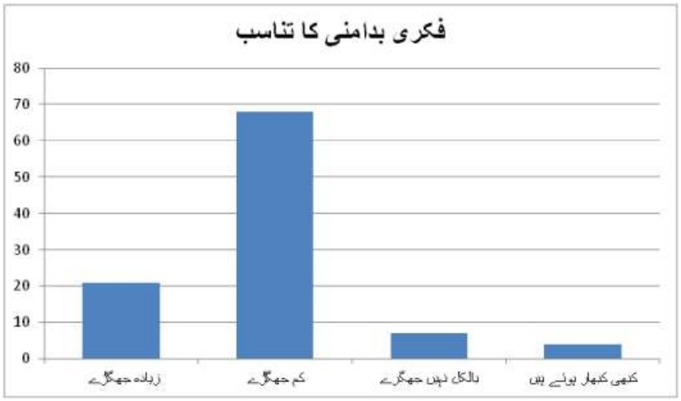

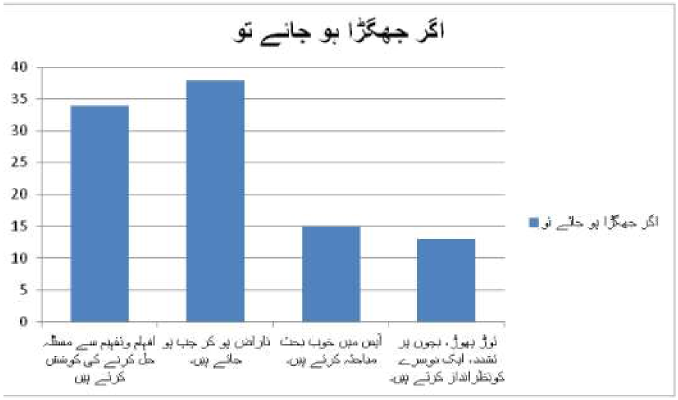

سروے رپورٹ

نتائج

اس موضوع پر کام کے دوران متعلقہ لٹریچر کا جائزہ لیا گیا اور ایک محدود پیمانے پر مختصر سروے کروایا گیا ۔ یہ سروے صوبہ پنجاب کے شہری اور دیہاتی علاقوں سے کیا گیا۔ جس میں مرد عورت دونوں کو شامل کیا گیا۔ سوالات میں درجِ ذیل امور کو مدِ نظر رکھا گیا۔ شادی کا عرصہ، جھگڑے کم ہوتے ہیں یا زیادہ یا بالکل نہیں ہوتے۔ جھگڑا ہو جائے تو حل کا کیا طریقہ کار اختیار کیا جاتا ہے۔ ناراض ہو کر چپ ہو جاتے ہیں۔ توڑ پھوڑ کرتے ہیں۔ بچوں پر تشدد کرتے ہیں۔ خوب بحث مباحثہ کرتے ہیں۔ آپس میں بات چیت اور افہام و تفہیم سے مسئلہ حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ٦٨٪ نے کہا کہ جھگڑے کم ہوتے ہیں۔ ٢١٪ نے کہا کہ گھر میں جھگڑے زیادہ ہوتے ہیں۔ ٣٪ نے کہا بالکل نہیں ہوتے۔ ١١٪ نے کہا کبھی کبھار ہوتے ہیں۔ جھگڑے کے بعد کی صورتِ حال کے بارے میں نتائج ٣٨٪ ناراض ہو کر چپ ہو جاتے ہیں۔ ١٣٪ توڑ پھوڑ کرتے ہیں ، بچوں پر تشدد کرتے ہیں۔ ١٥٪ خوب بحث مباحثہ کرتے ہیں۔ ٣٤٪ آپس میں بات چیت اور افہام و تفہیم سے مسئلہ حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

سفارشات

خاندانی امن صالح معاشرے کی تشکیل کے لابدی امر ہے اگر گھر میں سکون ہوگا تو معاشرے میں سکون

ہوگا ورنہ گھروں سے اٹھنے والی بے سکونی کی لہریں پورے معاشرے کو بے تاب کر دیں گی۔ مکالمہ کے ذریعے گھریلو ناچاقی کو بہت حد تک کم کیا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ مکالمہ صرف اس صورت میں کامیاب سے ہمکنار ہو سکتا ہے جب فریقین اس کی اہمیت اور خاندان میں امن وامان کی اہمیت سے آگاہ ہوں گے۔ اس لیے درجِ ذیل اقدامات تجویز کیے جاتے ہیں۔

۱۔ خاندانی امن کے فوائد و ثمرات افراد کو باور کروائے جائیں۔ اور فکری عدم استحکام کے نتائج و عواقب سے انہیں بار بار آگاہ کیا جائے۔

۲۔ اسلام میں خاندانی نظام کی اہمیت کو اجاگر کرنے والے احکام لوگوں کو بار بار ذہن نشین کروائے جائیں اور اس سلسلہ میں ذرائع ابلاغ پرنٹ میڈیا اور ٹیلی میڈیا دونوں سے بھرپور فائدہ اٹھایا جائے۔

۳۔ افراد کے ذہن تیار کیے جائیں کہ خاندانی زندگی کا امن صرف افراد کے لیے ہی نہیں بلکہ پورے عاشرے کی ضرورت ہے۔

۴۔ خاندان کے افراد ایک دوسرے کی رائے کا احترام کریں۔

۵۔ معاملات کو الجھانے کی بجائے سلجھانے کا طریقہ اختیار کیا جائے۔

۶۔ جانبین ایک دوسرے کو اہمیت دیں، اور ہر ایک کو دوسرے کے لیے ضروری خیال کریں۔

۷۔ مکالمہ اسی صورت میں امن کو بحال کرنے میں معاون ہو سکتا ہے جب دونوں فریق اس میں با اعتماد اور ذمہ دارانہ کردار ادا کریں۔

۸۔ جب تک کسی ایک فریق کو کمتر یا دوسرے کو برتر سمجھا جائے گا۔ رائے کا احترام پیدا نہیں ہو سکے گا۔

۹۔ اپنا موقف سمجھانے اور دوسرے کا سننے اور سمجھنے کا ظرف اور اہلیت پیدا کی جائے۔

۱۰۔ افہام تفہیم کے ذریعے طے ہونے والے امور کی معاہدے کی طرح پاسداری کی جائے۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔المنجد ۲۴۶

۲۔ask.com

(۳)http://infed/archives/e-texts/bohm-dialogue.htm

(۴)http://www.viewpointlearning.com/about-us/what is-dialogue

(۵)نقوش رسول نمبرﷺ۔۷/۷

(۶)الاعراف ۷:۱۷۲

(۷) وحیدالزماں قاسمی،القاموس الوحید،ادارہ اسلامیات لاہور،ص ۱۳۶

(۸)۔الزبیدی،محمد بن محمد بن الرزاق،تاج العروس من جواہر القاموس الناشر دارالھدایۃ،۳۴/۸۴

(۹) الملک ۶۷ :۳،۴

(۱۰)النور ۲۴ :۵۵

(۱۱)البقرہ ۲:۳۵

(۱۲)۔الفرقان ۲۵ :۵۴

(۱۳). الروم 21:30

(۱۴) الاعراف ۷: ۱۸۹

(۱۵)اسلام میں عورت کا مقام ومرتبہ ص ۴۶۔۴۷

(۱۶)http://dialogue.adventist.org/articles/11_1_peabody_e.htmlnterview

(۱۷) البقرہ ۲ :۲۳۳

(۱۸)النساء ۴: ۳۵

(۱۹)ایکسپریس،سنڈے میگزین،۲۳ فروری ۲۰۱۴،ص ۸

(۲۰)ہمیشہ ساتھ ساتھ،ایس بک،ص ۱۱۶

(۲۱)۔گھر ہو تو ایسا،ص ۲۵۳۔۲۵۴ مترجم اعجاز احمد رانا،نشریات لاہور

(۲۲)اپنے گھروں کو بربادی سے بچائیں،دارالابلاغ،لاہور،ص ۱۶۱

(۲۳)۔روزنامہ پاکستان لاہور،۱۵،اکتوبر ۲۰۰۷

(۲۴) ازدواجی الجھنیں اوران کا حل، ص۲۰

(۲۵) مسنون شادی ص ۵۷

(۲۶) ہمیشہ ساتھ ساتھ، مقدمہ ص ۱۴

(۲۷) تحفۃ العروس مترجم ابو یاسر اجمل، دارالاندلس لاہو، رص ۴۷۵

(۲۸)۔خوشگوار گھریلو زندگی، مبشر اکیڈمی لاہور، ص ۹۲

(۲۹) النساء۴: ۳۴

(۳۰) لسان العرب ۵۰۳/۱۲

(۳۱) تفہیم القرآن ۳۴۹/۱

(۳۲) ضیاء القرآن ۳۴۱/۱

(۳۳) اسلام اور جدید ذہن کے شبہات، ص ۱۹۴

(۳۴)۔اسلام میں عورت کا مقام، ص ۴۲

(۳۵)۔ازدواجی الجھنیں اوران کا حل، ص۲۰

(۳۶) النساء۴: ۱۲۸

(۳۷) سید قطب شہید، مترجم مولانا ساجد الرحمٰن صدیقی، تفسیر فی ظلال القرآن ۳۹۶/۲، اسلامی اکادمی لاہور

(۳۸)۔حجاب سے آگے ص ۲۹۔۳۰

(۳۹) البقرہ ۲: ۲۳۳

(۴۰) قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی، مترجم سید عبدالدائم، دارالاشاعت کراچی، ۱۹۳/۳

(۴۱)۔النساء۴: ۳۵

(۴۲) ابو جعفر محمد بن جریر طبری، جامع البیان، دارِ احیاء التراث العربی بیروت، ۸۹/۵

(۴۳). محمود بن عمر الزمخشری، الکشاف، الناشر دارالکتاب العربی بیروت ص ۵۰۸/۱

(۴۴). تفسیرِ ماجدی ۳۴۷/۱ مجلسِ نشریات قرآن کراچی

(۴۵)۔ابوالفداء عماد الدین، حافظ ابنِ کثیر، تفسیر ابن کثیر، ترجمہ مولانا محمد خالد سیف، شعبہ تحقیق وتصنیف و ترجمہ دارالسلام ۹۲/۲۔۹۳

(۴۶). تفسیر ابن ابی حاتم ۹۴۵/۳

(۴۷)۔الاستذکار:۱۸/۱۱۱

(۴۸) الدکتور وهبة الزحیلی،التفسیر المنیر فی العقیده والشریعة والمنهج ،دار الفکر المعاصر، بیروت،۵/۵۹

(۴۹)فی ظلال القرآن۲/۲۷۲

(۵۰)تاریخ بغداد ۱۱/۲۴۰

(۵۱)۔ مجمع الزوائد۴/۳۲۲